جنگِ جمل اور جنگِ صفین

تاریخی حقائق

ترتیب و پیشکش

سعید خان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسندِ خلافت خالی رہی۔ مدینہ منورہ میں ہر طرف باغیوں کا زور تھا۔ خلافت اُمور سنبھالنا بھی ضروری تھا۔ صحابہ کی جماعت میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہی ایسی تھی جنہیں خلیفہ منتخب کیا جا سکتا تھا چنانچہ مہاجرین و انصار صحابہ میں سے چند صحابہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور خلافت کی پیشکش کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا مجھے خلافت کی حاجت نہیں۔ تمہارا دل جسے چاہے خلیفہ بنالو میں بھی اسے قبول کرلوں گا۔ جماعتِ صحابہ نے پھر عرض کی کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا اس منصب کا مستحق نہیں ہے آپ کے ہوتے ہوئے ہم کسی دوسرے کو خلیفہ نہیں بنا سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر معذرت کی اور فرمایا کہ امیر ہونے کے بجائے مجھے مشیر ہونا زیادہ پسند ہے۔ آخر لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا کہ ہم تو آپ ہی کے ہاتھوں پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کے بے حد اصرار پر اور ملتِ اسلامیہ کے مفاد میں آپ نے یہ پیشکش قبول فرمالی اور مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرکے آپ کو چوتھا خلیفہ تسلیم کرلیا۔

خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے سب سے اہم معاملہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو گرفتار کرنا اور ان سے قصاص لینا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی لیکن آپ کیلئے دُشواری یہ ہوئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے کی شہادت موجود نہ تھی شہادت کے وقت گھر میں صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موجود تھیں جو ایک باپردہ خاتون تھیں۔ گھر میں گھسنے والوں میں وہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کو جانتی تھیں لیکن وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک جملہ کو سن کر ہی واپس لوٹ گئے تھے اس طرح وہ قتل میں شریک نہ ہوئے۔ بعد میں جو باغی موجود تھے ان کا تعلق کہاں سے تھا حضرت نائلہ یہ نہیں جانتی تھیں۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی قاتل کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہوئے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا لوگوں کے دِلوں پر اس قدر اثر تھا کہ عوام تو عوام صحابہ کی جماعت بھی قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کرتی رہی اور یہ مطالبہ شدت اختیار کر گیا۔ امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بار بار سمجھاتے اے لوگو! تم جو کہتے ہو میں اس سے غافل نہیں لیکن ان قاتلوں کو کیسے گرفتار کروں جن پر میرا قابو نہیں۔ (ملاحظہ کیجئے طبری)

ملک شام کے گورنر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ملک شام فتح کیا تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت زید بن ابو سفیان کو شام کا گورنر بنا دیا تھا جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے اپنی جگہ اپنے بھائی حضرت امیر معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دِمشق کا حاکم بنا دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں آپ کے اس عہدے کو برقرار رکھا اور پورے عہدِ فاروقی میں آپ دِمشق کے حاکم رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں آپ کو پورے ملک شام کا حاکم یعنی گورنر بنا دیا۔ اس طرح آپ مجموعی طور پر بیس یا بائیس سال ملک شام کے حاکم رہے۔ رعایا پر آپ کا بڑا اثر تھا۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ بہت افسردہ ہوئے اور مدینہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون آلود لباس اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی اُنگلیاں منگوا کر دِمشق کی جامع مسجد کے منبر پر آویزاں کرا دیں جسے دیکھ کر شام کے مسلمانوں کے جذبات قاتلوں کے خلاف بھڑک اُٹھے اور ان کی گرفتاری کا پُر زور مطالبہ شروع کر دیا۔ (طبری، صفحہ ۳۰۹۱)

اور یہ مطالبہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت ماننے کا انکار کر دیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کرنے کا حکم جاری کیا لیکن آپ معزول نہ ہوئے اور ایک مضبوط لشکر تیار کر کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سے ہٹانے کی تیاری کرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس حقیقت کا علم ہوا تو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا احتجاجی مطالبہ

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر سال حج کرنے مکہ آتی تھیں۔ جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ میں تھیں۔ یہیں آپ کو شہادت اور مدینہ میں بدامنی کی خبریں ملیں۔ یہ افسوس ناک حالات سن کر اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خونِ بے گناہی کے قصاص اور مدینہ میں ہونے والی بدامنی کی اصلاح کی دعوت دی۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ان کے گرد جمع ہوگئی۔ اُم المؤمنین نے ان کے سامنے ایک تقریر فرمائی:۔

لوگو! مختلف ملکوں کے لوگوں اور اجنبیوں نے چند معمولی باتوں پر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کر دیا۔ انہوں نے سرکشی کر کے حرام خون بہایا۔ شہر مدینہ کا تقدس پامال کیا۔ خدا کی قسم! عثمان کی ایک اُنگلی ان کے جیسے ساری روئے زمین کے عوام سے بڑھ کر ہے۔ عثمان مظلوم شہید کر دیئے گئے لہٰذا عثمان کے خون کا قصاص لے کر اسلام کو معزز کرو۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب قصاص کا مطالبہ کیا تو آپ کی اس دعوت پر ہزاروں مسلمان سر کٹانے کیلئے آمادہ ہوگئے اور لاکھوں دِرہم و دِینار اور اونٹ اس دعوت پر لوگوں نے جمع کرانا شروع کر دیئے اور تین ہزار افراد پر مشتمل یہ لشکر مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصد یہی تھا کہ اس وقت یہودی ابن سباء اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کا گروہ مدینہ ہی میں ہے۔ بصرہ میں اس وقت عثمان بن حنیف حاکم تھا جسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاکم یعنی گورنر بنایا تھا۔ انہوں نے بصرہ آنے کا سبب پوچھا تو آپ نے تقریر کرتے ہی ارشاد فرمایا:۔

لوگ عثمان پر اعتراض کرتے تھے اور انکے نامزد کردہ (گورنروں) کی برائیاں بیان کرتے تھے اور مدینہ آ کر ہم سے شکایتیں کرتے اور مشورہ چاہتے تھے۔ ہم شکایتوں پر غور کرتے تو عثمان کو نیکوکار، پرہیز گار اور سچا پاتے اور شکایت کرنے والوں کو گنہگار، غدار اور جھوٹا پاتے۔ ان کے دل میں کچھ ہوتا تھا اور زبان پر کچھ۔ جب ان کی قوت اور تعداد بڑھ گئی تو عثمان کے گھر میں گھس گئے اور بغیر کسی سبب اور عذر کے بے گناہ خون بہایا۔ لہٰذا خبردار ہو جاؤ کہ جو کام تمہیں کرنا ہے وہ عثمان کے قاتلوں کی گرفتاری اور کتاب اللہ کے احکام کا نفاذ ہے۔ لوگوں کے دلوں پر اس تقریر کا ایسا اثر ہوا کہ حضرت عثمان بن حنیف کی فوج کا ایک حصہ ان سے الگ ہوگیا۔ (طبری، صفحہ ۳۱۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے کی تیاری کر رہے تھے تو آپ کو یہ اطلاع بھی مل گئی کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بصرہ کے لوگوں کو عثمان کے قصاص کی دعوت دے رہی ہیں اور یہ مطالبہ شام کے ساتھ ساتھ بصرہ میں بھی زور پکڑ رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلے کا ارادہ ترک کیا اور مجبوراً اُم المومنین سے مقابلے کا عزم کرنا پڑا۔ بعض صحابہ نے اس جنگ کو روکنے کی کوشش کی۔ بصرہ پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بزرگ جو اُمت کے خیر خواہ تھے انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس امن کا پیغام لے کر بھیجا اس نے جا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے مشیروں سے کہا کہ جنگ مسائل کا حل نہیں۔ بہتر طریقہ امن ہے۔ اگر امن ہو گا تو قاتلین کو پریشانی ہو گی اس طرح وہ منظر عام پر آئیں گے اور ان سے قصاص لیا جائے گا۔ لہٰذا آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں یہ اُمت کیلئے فال نیک ہے۔ اگر آپ اپنی ضد پر قائم رہے تو نہ امن ہو گا اور نہ ہی قصاص لیا جائے گا۔ اُمت کو سخت آزمائش میں مبتلا نہ کیجئے۔ یہ آزمائش دونوں کو برباد کر دے گی یہ ایک کا مسئلہ نہیں پوری اُمت کا سوال ہے۔ قاصد کی یہ باتیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پسند فرمائیں اور فرمایا اگر علی بھی تمہاری ان باتوں کو پسند کریں تو معاملات بہتر ہو سکتے ہیں۔ قاصد نے یہ خوشخبری حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنائی آپ یہ پیغام سن کر بہت خوش ہوئے۔

اسلام دشمن سبائیوں کی سازش

اسلام دشمن سبائیوں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو جب مسلمانوں میں اتفاق ہوتا نظر آیا تو وہ مضطرب ہوگئے اور آپس میں کہنے لگے اگر دونوں فریقوں میں صلح ہوگئی تو ہم لوگوں کی خیر نہیں اور ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ سب مل کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی قتل کردیں۔ دونوں فریقوں کو غور وفکر کا موقع نہ دو اور باقاعدہ مصالحت ہونے سے پہلے پہلے دونوں فوجوں کو باہم لڑادو۔ جب جنگ کے شعلے بھڑک جائیں گے تو یقیناً علی بھی اپنے بچاؤ کیلئے جنگ پر مجبور ہوجائیں گے۔اس رائے پر مکمل اتفاق ہوگیا۔ (ملاحظہ کیجئے طبری، صفحہ ۳۱۶۵)

طبری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان مختلف معاملات پر بحث ومباحثہ ہونے کے بعد اتفاقی طور پر یہ طے پایا کہ اُمت کی بہتری صلاح میں ہے لہٰذا دونوں لشکر مطمئن اور مسرور ہوکر چلے گئے۔ رات دونوں لشکر سکون سے سوگئے۔

یہودی ابن سباء کے آلہ کار سبائیوں کیلئے یہ صلح بڑی تکلیف دہ تھی۔انہوں نے سوچا اگر یہ رات خیروعافیت سے گزر گئی تو دن ہوتے ہی فوجیں اپنے گھروں کو چلی جائیں گی اور یہ موقع ضائع ہوجائے گا۔لہٰذا صبح ہونے سے پہلے پہلے اندھیرے میں دونوں فوجوں کو باہم لڑادیا جائے۔ چنانچہ سبائی راتوں رات دونوں فوجوں میں پھیل گئے اور سوتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ کردیا۔اس غیر متوقع حملے سے دونوں لشکر گھبرا گئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدا لگاتے اے لوگو! رُک جاؤ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اُونٹ پر سوار ہوگئیں اور لوگوں کو جنگ سے منع کرنے کیلئے پہنچ گئیں لیکن اندھیرے میں کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی اصل حقیقت کا کسی کو علم نہیں۔ ہر فریق نے یہی گمان کیا دوسرے فریق نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ لہٰذا صبح ہوتے ہوتے دونوں فریقوں میں خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ جو جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ صحابیِ رسول حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حمایت میں تھے۔ دورانِ جنگ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تو آپ نے کہا اے زبیر! تم کو یاد ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن تم سے پوچھا تھا کہ تم علی کو دوست رکھتے ہو؟ تم نے جواب دیا تھا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک دن تم ان سے ناحق لڑو گے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں یاد آگیا۔ (ملاحظہ کیجئے مستدرک حاکم فضائل زبیر، جلد۳)

مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد جیسے ہی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد آیا آپ فوراً جنگ سے علیحدہ ہو گئے اور واپس لوٹ گئے۔ جب آپ واپس جا رہے تھے ایک اسلام دشمن سباء آپ کے ساتھ ہولیا۔ راستے میں نماز کا وقت آیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کی تیاری کی۔ سبائی جو ظاہری اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھا اس نے بھی نماز کی تیاری کی اور آپ کی اقتداء میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسے ہی سجدہ میں گئے تو اسلام دشمن سبائی نے تلوار سے آپ کا سر قلم کر دیا اور آپ شہید ہو گئے۔ عمرو بن جرموز نامی یہ سبائی آپ کا سر اُٹھا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر دیکھ کر عمرو بن جرموز سے کہا، اے زبیر کے قاتل! تجھے جہنم مبارک ہو۔ (اخبار الطوال، صفحہ ۱۵۷)

جنگ زوروں پر تھی فریقین ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کرتے رہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ پر بیٹھیں اپنے جانبازوں کی حوصلہ افزائی کرتی رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اندازہ لگالیا جب تک اونٹ اپنی جگہ کھڑا ہے اس وقت تک خونریزی بند نہ ہوگی۔ لہٰذا آپ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے اونٹ کے پاؤں زخمی کر دیے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اونٹ زخمی ہو کر بیٹھ گیا۔ اونٹ بیٹھتے ہی جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فوج کی ہمت ٹوٹ گئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمایا کہ بھاگنے والے کو نہ پکڑا جائے۔ نہ کسی زخمی کو پامال کیا جائے اور جو ہتھیار ڈال دے اسے امن فراہم کیا جائے۔

جنگ ختم ہونے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ جا کر اُم المؤمنین کی خیریت دریافت کریں کہ انہیں کوئی زخم تو نہیں لگا اور انہیں عزت کے ساتھ محل میں پہنچا دیں۔ اس کے بعد آپ خود مزاج پرسی کیلئے حاضر ہوئے اور پوچھا اے امی جان! مزاج کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا اچھی ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو معاف فرمائے۔ اس کے جواب میں اُم المؤمنین نے بھی یہی کلمات ادا فرمائے۔ چند دن آرام کرنے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عزت و احترام کے ساتھ مکہ روانہ کر دیا۔ مکہ جاتے وقت آپ نے لوگوں سے فرمایا، اے میرے بیٹو! یہ جنگ غلط فہمی کا نتیجہ تھی لہٰذا ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی نہیں کرنی چاہئے۔ میرے اور علی کے درمیان جو ساس اور داماد میں کبھی کبھی ہو جایا کرتی تھی اس کے علاوہ کوئی رنجش نہیں۔ اُم المؤمنین فرماتی ہیں خدا کی قسم میرے اور ان کے درمیان اس کے علاوہ اور کوئی رنجش نہ تھی۔ اُم المؤمنین دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرم ہیں۔ اس خوش آئند گفتگو کے بعد دونوں ایک دوسرے سے رُخصت ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند میل تک آپ کو رُخصت کیا اس کے بعد اپنے شہزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ساتھ روانہ کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ سے ہوتی ہوئی مدینہ منورہ تشریف لے آئیں۔

مسلمانو! جو واقعہ اوپر بیان کیا گیا اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اُم المؤمنین سیّدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مابین یہ جنگ غلط اطلاعات اور غلط فہمی کی بنیاد پر ہوئی۔ جنگ کا آغاز اسلام دشمن سبائیوں کی سازشوں سے ہوا اور اس کا اختتام دونوں فریقین کی صفائی قلب پر اور دونوں بزرگوں کی نیک نیتی پر مبنی تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس جنگ کی وجہ سے ندامت کرتی رہیں اور جب اس جنگ کا خیال آتا تو زار زار رونے لگتیں اور فرماتی کہ کاش آج سے بیس برس پہلے میں اس دنیا سے اُٹھ گئی ہوتی۔ (ملاحظہ کیجئے مسند احمد بن حنبل)

اس جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کے بجائے کوفہ کو دارالخلافہ بنا دیا۔ جیسا کہ شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں معزول کرنا چاہا لیکن وہ معزول نہ ہوئے بلکہ آپ کو خلافت سے ہٹانے کیلئے تیاری کرنے لگے۔

چنانچہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا، جس میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

جن لوگوں نے حضرت ابوبکر و عمر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی انہوں نے میری بیعت کر لی ہے۔ اس کے بعد کسی کو چون وچرا کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین و انصار صحابہ کو ہے۔ ان کے اتفاق کے بعد جو شخص بیعت سے گریز کرے گا اس سے بزورِ قوت بیعت لی جائے گی۔ مہاجرین و انصار کی طرح تم بھی بیعت کر لو۔ عافیت و سلامتی اسی میں ہے ورنہ جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ قاتلین عثمان کو آڑ مت بناؤ۔ بیعت کے بعد باقاعدہ مقدمہ پیش کرو، میں ان شاءاللہ قرآن و حدیث سے اس کا فیصلہ کروں گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ پیغام ملا تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا اور اس خط کا جواب لکھ کر بھیج دیا۔ آپ نے جواب دیا:۔

خلیفہ عثمان تمہارے یہاں تمہاری موجودگی میں قتل ہوئے تم ان کے گھر کا شور سنتے رہے اور اپنے قول و عمل سے نہ روکا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم سچائی اور اخلاص سے ان کی مدافعت کرتے تو ہم میں کوئی تمہاری مخالفت نہ کرتا۔ دوسرا الزام تم پر یہ ہے کہ تم نے قاتلین عثمان کو پناہ دی۔ جو اس وقت بھی تمہارے قوتِ بازو اور مشیر کار ہیں۔ اگر تم قاتلینِ عثمان کو قصاص کیلئے ہمارے حوالے کر دو تو ہم تمہاری بیعت کیلئے تیار ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو ہمارے پاس تمہارے لئے جواب صرف تلوار ہے۔ خدا کی قسم ہم بحر و بر سے بھی عثمان کے قاتلوں کو تلاش کر کے قتل کریں گے یا خود اپنی جان قربان کر دیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کا یہ جواب دیا کہ عثمان کے قتل سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میں نے کسی کو ان کے خلاف نہیں بھڑکایا۔ البتہ جب ہنگامہ زیادہ ہوا تو میں خانہ نشین ہوگیا۔ قاتلین عثمان کے مطالبہ کو تم اپنے حصول مقصد کا ذریعہ بنانا چاہتے ہو۔ اگر تم اس فتنہ انگیزی اور بے راہ روی سے باز نہ آئے تو جو سلوک باغیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے وہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ (ملاحظہ کیجئے اخبار الطوال، صفحہ ۱۷۳۔۱۷۴)

ان تشویشناک حالات کے بعد جب باہمی اتفاق کی کوئی صورت نہ بنی تو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ سے اپنی فوج لے کر بڑھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام سے اپنی فوج لے کر بڑھے۔ دونوں مسلمان فوجوں کا صفین کے مقام پر کئی روز تک خونریز معرکہ ہوا۔ یہ جنگ 'جنگ صفین' کے نام سے مشہور ہوئی۔ فریقین پوری قوت کے ساتھ ایک دوسرے پر حملے کرتے رہے۔ اس جنگ میں تقریباً ۴۵ ہزار شامی اور تقریباً ۲۵ ہزار عراقی باہم کام آئے۔ ہزاروں عورتیں بیوہ ہوئیں اور لاکھوں بچے یتیم ہوگئے۔ آخر کار یہ جنگ ایک معاہدہ پر ختم ہوئی دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام کو پلٹ گئیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبضہ میں مصر اور شام تھے۔ اسکے علاوہ سارا عرب و عجم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر اثر تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک معاہدہ کے تحت صلح کر لی۔ صلح کی رو سے حجاز و عراق اور مشرق کا پورا حصہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آیا اور شام اور مصر و مغرب کا حصہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبضے میں رہا۔ (ملاحظہ کیجئے فتوح البلدان بلاذری)

مسلمانو! خلافت اصحاب ثلاثہ کے زمانے میں فتوحاتِ اسلامیہ کا جو سنہری باب رقم ہو رہا تھا۔ بدنصیبی سے سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کی باہمی اختلافات کی وجہ سے تعطل کا شکار ہونے لگا۔ آپ کا دورِ خلافت ابتداء ہی سے خانہ جنگی اور باہمی جھگڑوں میں گزرا۔ آپ کو صحیح معنوں میں ایک دن بھی ملک کے نظام کو بہتر بنانے اور بیرونی فتوحات کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی۔ بدنصیبی سے اہل اسلام کی تمام تر توانائیاں آپس میں ایک دوسرے کے خلاف صَرف ہونے لگیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ہونے والے معاہدے کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ تشریف لائے تو ایک جماعت جو خارجی کہلاتی تھی آپ کے خلاف ہوگئی اور آپ کی فوج سے الگ ہوکر آپ کی خلافت کا انکار کر دیا اور لا حکم الا اللہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حکم نہیں (یعنی فیصلہ کرنے والا صرف اللہ ہے) کا نعرہ لگاتے ہوئے آپ کی جماعت سے خارج ہوگئے۔ ان خارجیوں نے امیر المؤمنین کی شانِ اقدس میں کھل کر گستاخیاں کیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو سمجھایا۔ بہت سے خوش نصیب توبہ کر کے دوبارہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں آگئے مگر بعض بد بخت، سیاہ باطن اپنے گستاخانہ نظریات پر ڈٹے رہے۔ جو یہودی ابن سباء کے مذموم مقاصد کو آگے بڑھا کر اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہروان کے مقام پر ان خارجیوں سے زبردست مقابلہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی دی اور چند خارجیوں کے سوا باقی تمام آپ کی فوج کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔

ان زندہ بچ جانے والوں میں عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکیر خارجیوں کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ تینوں بد بخت مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر اہل اسلام کے خلاف سازشیں کرنے لگے اور اس بات پر افسوس کرنے لگے کہ کاش ہم اپنی جانوں پر کھیل کر علی، معاویہ اور عمرو بن العاص کو قتل کر دیتے تو کتنا اچھا ہوتا پھر انہوں نے ایک منصوبہ بنایا۔ ابن ملجم جو مصر کا رہنے والا تھا کہنے لگا کہ علی کو میں قتل کروں گا۔ برک بن عبداللہ بولا معاویہ کو میں قتل کروں گا۔ عمرو بن بکیر بولا کہ عمرو بن العاص کو میں قتل کروں گا۔

اس کے بعد تینوں نے بیٹھ کر وعدہ کیا کہ یہ واردات ایک ہی وقت میں سترہ رمضان کو نمازِ فجر کے وقت کی جائے گی۔

اس مذموم سازش کے بعد تینوں اپنی اپنی کوششوں میں مصروف ہوگئے۔ ابن ملجم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کی نیت سے کوفہ آیا۔ برک بن عبداللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کیلئے شام روانہ ہوا۔ عمرو بن بکیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کیلئے اپنی منزل پر روانہ ہوا۔ ابن ملجم نے ایک اور خارجی ساتھی کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور پروگرام کے مطابق ۱۷ رمضان المبارک کو ابن ملجم اپنے ساتھی کے ہمراہ راتوں رات کوفہ میں داخل ہوا اور مسجد میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ فجر کی اذانیں شروع ہوئیں۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ فجر کی ادائیگی کیلئے مسجد میں تشریف لائے۔ جیسے ہی آپ مسجد میں داخل ہوئے گھات لگا کر بیٹھے ہوئے خارجی ابن ملجم اور اس کے ساتھی نے آگے بڑھ کر پوری قوت کے ساتھ آپ کی نورانی پیشانی پر وار کیا اور چلا کر کہنے لگا لا حکم الا اللہ حکم صرف اللہ کا ہے۔ تلوار کا زخم اس قدر شدید تھا کہ آپ انتہائی زخمی ہوگئے۔ ابن ملجم کا ساتھی بھاگ گیا مگر ابن ملجم پکڑا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بڑے بیٹے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اگر اس زخم سے میں مرجاؤں تو تم بھی اسی کی تلوار سے اسی طرح وار کرکے اسے ماردینا۔ آخرکار امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲۱ رمضان کو اس زخم کی وجہ سے شہید ہوگئے۔ آپ کی زبانِ اقدس پر جو آخری کلام جاری ہوا وہ ' لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ' تھا۔

امیر المؤمنین سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی مدت چار سال آٹھ ماہ اور نو دِن تھی۔ آپ کا مزارِ اقدس کے بارے میں مشہور روایت یہ ہے کہ وہ نجف اشرف (عراق) میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد خارجی ابن ملجم کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حاضر کیا گیا تو آپ نے اس سے کہا کہ اب تو دوزخ کی سیر کر یہ کہہ کر آپ نے تلوار اُٹھائی اور ایک ہی وار میں اس کو قتل کردیا۔ (ملاحظہ کیجئے تاریخ الخلفاء، نور الابصار، ابن اثیر، تاریخ ابن خلدون)

ابن ملجم کا دوسرا ساتھی برک بن عبداللہ کا قتل

برک بن عبداللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کا عہد کیا تھا۔ چنانچہ وہ طے شدہ پروگرام کے مطابق سترہ رمضان کو عین نمازِ فجر کے موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ آور ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معمولی سا زخم آیا آپ نے فوراً اسے گرفت میں لے لیا۔ برک بن عبداللہ نے کہا اے امیر معاویہ میں تمہیں ایک خوشی کی خبر سناتا ہوں مگر مجھے رہائی دے دینا۔ خوشخبری یہ ہے کہ آج ہی نمازِ فجر کے موقع پر میرے ایک ساتھی نے حضرت علی کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعجب سے پوچھا یہ کیسے ہوا؟ برک بن عبداللہ نے اپنے ناپاک منصوبے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگاہ کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سن کر افسوس ہوا اور آپ نے ابن ملجم کے اس ساتھی کو قتل کر دینے کا حکم دیا اس طرح برک بن عبداللہ کو قتل کر دیا گیا۔

ابن ملجم کا تیسرا ساتھی عمرو بن بکیر کا قتل

اسی رات عمرو بن بکیر صحابیٔ رسول حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کی نیت سے چھپ کر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اس رات حضرت عمرو بن العاص کی طبیعت ناساز تھی لہٰذا آپ اس رات نماز پڑھانے مسجد میں نہیں آئے بلکہ اپنے ایک فوجی افسر کو نماز پڑھانے مسجد روانہ کر دیا۔ خارجی عمرو بن بکیر نے اسے عمرو بن العاص سمجھ کر قتل کر دیا۔ لوگوں نے اسے فوراً گرفتار کر لیا اور حضرت عمرو بن العاص کے سامنے حاضر کر دیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زندہ دیکھ کر خارجی عمرو بن بکیر کہنے لگا کہ اے عمرو بن العاص میں نے تمہارے شبے میں اسے قتل کر دیا۔ حضرت عمرو بن العاص نے خارجی عمرو بن بکیر کو قتل کروا دیا۔

اس طرح یہ تینوں ملعون اپنے ٹھکانے پہنچ گئے۔ (ابن خلدون)